تعلیم و تربیت اور معلم کا مقام و مرتبہ

THE STATUS OF EDUCATION TRAINING AND TEACHER

محمود الحسن چنڑ (لیکچرار، گورنمنٹ ایلیمینٹری کالج آف ایجوکیشن (مین) سکھر)
عزیز الرحمن سیفی (چیئرمین، شعبہ سوشل سائنسز، محمد علی جناح یونیورسٹی، کراچی)

ABSTRACT
Nations are identified, through their characteristics, behavior, conduct, power of thinking, determination, respect for humanity and adventures. Only material things do not guarantee the progress and development, until the individual of those nations have a proper line of action with sincerity, justice, high ethics and enlightment. If these just and sincere qualities are not in any nation, that nation cannot progress well. Today, as a nation there are serious threats to our culture and social edifice. And our frozen practice and progress can only be melted and activated by teachers. And no doubt, the life of Holy Prophet (P.B.U.H) is a source of great guidance for a teacher, because Holy Prophet (P.B.U.H) is the greatest teacher of humanity throughout the history and a teacher following the foot prints of teachings of Prophet ((P.B.U.H)) can lead any nation towards the apex of prosperity, progress and development. The life of Holy Prophet (P.B.U.H) vividly reflects that a teacher should be a model towards society and nation. His vision, his practices and his teachings should accord one another. It is an established fact that teacher is a leader to any nation.

Keywords: Greatest teachers, teacher to the mankind, real leader of nation, status of teacher in Islam.

ایک وحشت و دہشت کی فضا تھی، ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کا دور دورہ تھا، فساد و بدامنی اور قتل غارت گری کی آگ بھڑک رہی تھی، انفرادی اور معاشرتی سطح پر تشدد، عدم رواداری، بغاوت اور انحراف و انتقام کا جذبہ پروان چڑھ رہا تھا، جہالت و گمراہی، خون خواری و درندگی، قومیت، عصبیت، وانا پرستی اور اپنے آباؤ اجداد پر فخر و مباہات زندگی کا حد مشغلہ بن چکا تھا، حق و صداقت، عفت و پاکدامنی، اخوت و ہمدردی اور احترام و تقدس کا تار و پود بکھیرا جا رہا تھا۔ زندگی تھی جو بے مقصد گزر رہی تھی، پیاس تھی، تو امن آشتی کی، انتظار تھا تو ایک نجات دہندہ اور مسیحا کا۔

ماحول نے پلٹا کھایا، دھیرے دھیرے حالات سنورنے لگے، ظلم و بربریت اور خوف و حشت کے بادل چھٹنا شروع ہو گئے، علم و حکمت اور رشد و ہدایت کا نور پھیلنے لگا، صحرا اور ریگستان کے سنگ دل باشندے انصاف و عدل گستری کے موجد کہلانے لگے، قومیت وانا پرستی پر مر مٹنے والے، اخوت و ہمدردی کی علامت بن گئے، امن و آشتی، صدق و راستی اور تہذیب و تمدن کے امام بنے، کل جو ایک دوسرے کی جان کے دشمن تھے اور خون کے پیاسے تھے، آج ایک دوسرے پر جان نچھاور کر رہے ہیں۔

حالات کے اس حیرت انگیز تبدیلی نے ہر موافق و مخالف کہ انگشت برنواں کر دیا اور سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اتنی مختصر مدت میں یہ یکسر تبدیلی کیسے ممکن ہوئی؟ یہ انقلاب معلم اعظم امام الانبیاء جناب رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و تربیت نے برپا کیا تھا جو "اقرا" کی شمع ہدایت کا تمغہ لے کر علم و معرفت کی دعوت دے رہا تھا، اور انسانیت کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لا رہا تھا، ان کی مخلصانہ اور پاکیزہ تعلیم و تربیت ہی کے سبب یہ ممکن ہو سکا کہ ایک بھٹکی اور بھولی بسری، اجڈ، خونخوار، جنگ جو، اور تہذیب و تمدن سے نابلد قوم نے اقوام عالم کی قیادت سنبھالی اور عظیم رہبر ور ہنمابنی:

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے　　　　کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

علم و معرفت اور تعلیم و تربیت زندگی کا وہ بنیادی عنصر ہے جس کے بغیر انسان اپنے رب کو پہچان ہی نہیں سکتا، تعلیم ہی وہ عظیم دولت ہے جس سے نبی کریم ﷺ کی بعثت اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی خاطر ہوئی اور تعلیمی حیثیت کو نمایاں کر کے انسانیت پر احسان جتلایا گیا، ارشاد باری تعالی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔۔۔الآیہ۔

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہی میں ایک رسول بھیجا، جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک وصاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔"(1)

جناب رسول اللہ ﷺ کا لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی تعلیم دینا اور ان کا تزکیہ کرنے جیسے کام سے بعثت ہونا کوئی معمولی بات نہیں، بلکہ ایک بڑی عظیم نعمت ہے جو اللہ تعالی نے اس کو اپنا احسان قرار دیا ہے۔ تعلیم و تربیت بہت اُونچا اور اعلی وارفع منصب اور قابل رشک عمل ہے اسی کو بعثت کا مقصد قرار دے کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا۔

"مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔"(2)

دوسری جگہ ایک اور اسلوب اختیار کر کے فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔

"مجھے بھیجنے کا مقصد ہی اچھے اخلاق کی تکمیل ہے۔"(3)

معلم قوم بنانے میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، وہ ایک معمار ہے جو حقیقی معنوں میں افراد کی تربیت کر کے ایک صالح معاشرہ تشکیل دے کر تمام عالم کے لیئے خیر و برکت و رحمت اور ترقی کا باعث بن سکتا ہے، قوموں کی ترقی و کامیابی میں معلم کی تعلیم کا بڑا ہی دخل ہے، جس قوم میں تعلیم یافتہ افراد ہوں گے، وہ قوم ترقی یافتہ بھی ضرور ہو گی، جدید ایجادات اور تحقیقات میں ان کی نمایاں کارکردگی ہو گی، اور اس کے برعکس قوم تنزلی وانحطاط اور پستی کا شکار ہو گی، اس نقطہ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَرْفَعِ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔

"اللہ اونچے کرے ان کے جو ایمان رکھتے ہیں تم میں اور علم، بڑے درجے۔ اللہ خبر رکھتا ہے جو کرتے ہو۔"[4]

معلم کے لیے زمین و آسمان کے تمام ذی روح مخلوق، رینگنے والے حیوانات، سمندر کے مچھلی، ہوا میں موجود پرند استغفار کرتے رہتے ہیں جیسا کہ فرمان نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالأَرَضِينَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الحُوتَ لَيُصَلُّونَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الخَيْرَ۔

"اللہ تعالیٰ ان کے فرشتے، آسمان و زمین کی تمام مخلوق یہاں تک کہ چیونٹی اپنے بل میں اور مچھلی (پانی میں) لوگوں کو اچھی باتیں سکھانے والے پر رحمت بھیجتی ہیں اور دعائیں کرتی ہیں۔"[5]

معلم کا منصب و مقام بہت بلند ہے کیونکہ جو پیشہ اس نے اختیار کیا ہوا ہے وہ انبیاء کرام علیہم السلام کا ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنھما فرماتے ہیں:

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ مِنْ بَعْضِ حُجَرِهِ، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا هُوَ بِحَلْقَتَيْنِ، إِحْدَاهُمَا يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَيَدْعُونَ اللَّهَ، وَالْأُخْرَى يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «كُلٌّ عَلَى خَيْرٍ، هَؤُلَاءِ يَقْرَءُونَ الْقُرْآنَ، وَيَدْعُونَ اللَّهَ، فَإِنْ شَاءَ أَعْطَاهُمْ، وَإِنْ شَاءَ مَنَعَهُمْ، وَهَؤُلَاءِ يَتَعَلَّمُونَ وَيُعَلِّمُونَ، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا» فَجَلَسَ مَعَهُمْ۔

"ایک دن نبی کریم ﷺ اپنے حجرہ مبارک سے نکل کر مسجد تشریف لائے، اچانک دو حلقوں کو دیکھا، ایک میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین قرآن کی تلاوت اور دعا میں مشغول تھے، جبکہ دوسرے حلقے والے تعلیم و تعلم میں مشغول تھے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دونوں حلقے والے بھلائی ور خیر پر ہیں، یہ لوگ قرآن مجید کی تلاوت اور اللہ تعالیٰ سے مانگنے میں مصروف ہیں اور یہ حلقے والے سیکھنے سکھانے میں اور میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور ان تعلیم و تعلم والے حلقے کے ساتھ بیٹھ گئے۔"[6]

یہ وہ پیشہ ہے جس پر امام الانبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فخر فرما رہے ہیں، اور ان کے اختیار کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کو ترجیح دے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بذات خود ان کے فرشتے تمام مخلوقات، جمادات، چرند پرند سب معلمین کے لیے دعا گو ہیں؛ کیونکہ افراد کی تربیت کر کے معاشرہ کو سنوارنا معلم ہی کے مرہون منت ہے، معلم کائنات نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت، عملی زندگی، مبارک اوصاف اور تعلیمی خصوصیات سے استفادہ کر کے ایک مثالی اور عظیم استاذ بنا جا سکتا ہے۔

تربیت اور بہترین نتائج کے حصول کے لئے اصول و آداب

نمایاں اوصاف

عملی تعلیم، شفقت محبت خیر خواہی، اپنے کام سے عشق کے حد تک لگاؤ، اعتدال و انصاف پسندی، پیش بندی، بھرپور تیاری، انفرادی محنت۔ نبی کریم ﷺ کو تمام عالم انسانیت کے لیے ایک مثالی معلم بنا کر بھیجا گیا، جنہوں نے اپنی عملی تعلیم کے ذریعے دنیا کا رخ

موڑا، اس تھوڑے عرصے میں (بعثت کے بعد وصال تک) جو تبدیلی رونما ہوئی، اور اپنے بہترین انداز تربیت کے نتیجے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو بہترین جماعت تیار کی اسکی بنیادی وجوہات میں نرمی، شفقت رافت ور حمت اور خیر خواہی و ہمدردی نے جو اثر دکھایا، دنیا میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ قرآن مجید میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللہِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ۔۔۔الایۃ۔

"سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر تو ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے۔"(7)

من جملہ اور صحابہ کرامؓ کے حضرت معاویہ بن الحکم سلمیؓ نے بڑے حسین انداز میں اس وصف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي! مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ! مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي۔

"میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں! میں نے آپ ﷺ جیسا بہترین تعلیم دینے والا نہ آپ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں، اللہ کی قسم! نہ آپ ﷺ نے مجھے جھڑکا، نہ مارا، نہ ہی گالی دی۔"(8)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ بَيَانُ مَا كَانَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَظِيمِ الْخُلُقِ الَّذِي شَهِدَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ بِهِ وَرِفْقِهِ بِالْجَاهِلِ وَرَأْفَتِهِ بِأُمَّتِهِ وَشَفَقَتِهِ عَلَيْهِمْ وَفِيهِ التَّخَلُّقُ بِخُلُقِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرِّفْقِ بِالْجَاهِلِ وَحُسْنِ تَعْلِيمِهِ وَاللُّطْفِ بِهِ وَتَقْرِيبِ الصَّوَابِ إِلَى فَهْمِهِ۔

"اس میں آپ علیہ السلام کا خلق عظیم، جس کی گواہی اللہ تعالی نے دی ہے، اور آپ کی جاہل سے شفقت، نرمی اور مہربانی کا بیان ہے، اور اس میں یہ بھی ہے کے جاہل کے ساتھ نرمی میں، اس کو اچھے طریقے سے تعلیم دینے میں، اور اس کے ساتھ مہربانی کرنے میں اور ٹھیک بات اس کے ذہن نشین کرنے میں، آپ ﷺ کے اخلاق اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔"(9)

آپ ﷺ کی اس شفقت و رافت اور مہربانی کرنے کے بعد کئی سوال کیے، نہ آپؐ نے خفگی اور غصہ کا اظہار فرمایا، بلکہ ہر ایک سوال کے عمدہ جواب دیئے۔ اس نرمی اور خیر خواہی کے پہلو کے مد نظر رکھ کر حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کو آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْنِي مُعَنِّتًا، وَلَا مُتَعَنِّتًا، وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُيَسِّرًا۔

"اللہ تعالی نے مجھے سختی کرنے اور تکلیف دینے والا بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ مجھے معلم اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔"(10)

آپ ﷺ جس قوم کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، وہ جہالت و گمراہی اور سخت مزاجی میں ثانی نہیں رکھتی تھی، آپ ﷺ پر مشکلات و مصائب کے وہ پہاڑ ڈھائے گئے جن کا انسانی ذہن تصور بھی نہیں کر سکتا، لیکن آپ ﷺ نے استقامت کا مظاہرہ کر کے انتقام کے بجائے دعائیں دیں، ہر وقت ان کے دل میں یہ فکر رہتی تھی کہ کیسے میری قوم کفر و شرک اور اللہ کی نافرمانی سے نکل کر ایک رب کے سامنے سر بسجود ہو، اور دنیا و آخرت کی کامرانی سے ہمکنار ہو۔

آپ ﷺ نے جو شفقت و محبت اپنے ماتحتوں کی دی کوئی حقیقی باپ بھی اپنے ماتحتوں کو نہیں دے سکتا۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ان کی نگرانی کرتے تھے، برائی اور بھلائی کی نشاندہی کرتے تھے، موقعہ بہ موقعہ اپنے اصحابؓ کے احوال کی خبر گیری فرمایا کرتے

تھے۔ چنانچہ امام ترمذیؒ اللہ تعالی نے شمائل میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی طویل روایت ذکر کی، جس میں رسول اللہ ﷺ کی جامع ومبارک زندگی کی منظر کشی کی گئی ہے،اور صراحت کے ساتھ یہ الفاظ مذکور ہیں:

وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ، وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ، وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيهِ، وَيُقَبِّحُ الْقَبِيحَ وَيُوَهِّيهِ۔[11]

''اپنے دوستوں کی خبر گیری فرماتے اور لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر ان کی اصلاح فرماتے، اچھی بات کی تحسین فرما کر اس کی تقویت فرماتے اور بری بات کی برائی فرما کر اس کو زائل فرماتے اور روک دیتے۔''

معلم کی مثال بھی ایک صاحب بصیرت باپ کی ہے، جس کو ہر وقت اپنے عزیزوں کی فکر دامن گیر ہو، سیرت ہمیں اپنے ماتحتوں کی خبر گیری اور تفقد احوال کا درس دیتی ہے۔ معاشرہ میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کا ہمہ وقت جائزہ لیتے رہنا اور اجتماعی کاموں میں مشورہ لینا، اچھے نتائج آنے پر رفیقان کار کی حوصلہ افزائی کرنا اور ہر ایک کو مناسب مقام اور حق دینا، کیونکہ حق تلفی اور حوصلہ شکنی سے دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ باصلاحیت افراد کے مخفی کمالات کو نکھارنے کے لیے مکمل رہنمائی اور تیاری کے بعد شریک کار بنا کر ذمہ داری سپرد کرنا، جس طرح حضور ﷺ نے حضرت ابو موسی اشعریؓ اور حضرت معاذؓ کو ایک وفد کے ساتھ تعلیم کے لیے یمن بھیجا تھا۔[12]

ما قبل روایات سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ایک ذمہ دار معلم اپنے شاگردوں کی کم از کم تین کیٹیگریاں بنائے، اور ان کی صلاحیت کے مطابق ان کی رہنمائی میں کردار ادا کرے، جو علاقائی قومی اور بین الاقوامی سطح پر ملک وملت کی تعمیر وترقی اور نیک نامی کا باعث بنیں۔ جو معلم یا ادارہ اپنے طلباء سے مستقل تعلق اور رابطہ رکھتا ہے، افادہ اور استفادے کا موقعہ فراہم کرتا ہے،، وہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہے اور اس کا معیار بہتر سے بہتر ہوتا جاتا ہے۔

عدل وانصاف

نبی کریم ﷺ کے تعلیمی اوصاف وخصوصیات میں انصاف پسندی نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہر ایک کو اس کا جائز حق دیا، مراتب کا خیال رکھا اور اپنوں کو غیروں پر ترجیح دیئے بغیر ایثار وہمدردی کی تعلیم دی۔ جنت کی سردار معلم کائنات کی محبوب ترین بیٹی فاطمہ الزھراءؓ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آکر عرض کرتی ہیں کہ چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے ہیں کوئی خادمہ دے دیجئیے، آپ ﷺ کا جواب آب زر سے لکھنے کے قابل ہے جو اس رافت ورحمت ایثار وہمدردی اور نرمی ولطافت کے پیکر مشفق ومہربان باپ کے دہن مبارک سے نکلا، آپ ﷺ نے فرمایا: میں تم کو کوئی قیدی خدمت کیلئے نہیں دے سکتا ابھی اصحاب صُفّہ کی خور دونوش کا تسلی بخش انتظام مجھے کرنا ہے، میں ان لوگوں کو کیسے بھول جاؤں جنھوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی خوشنودی کی خاطر فقر وفاقہ اختیار کیا ہے۔[13]

عدل وانصاف اسلام کی روح ہیں، دنیا کے تمام مذاہب عدل کی بات کرتے ہیں، لیکن ان کا قول عملسے آشنا نہیں ہوتا، معلم اول نبی کریم ﷺ نے رنگ، نسل نسب اور قومیت سے ہٹ کر حقیقی بنیادوں پر اس نظریہ کو وجود میں لایا۔

حلم و قار، عفو در گزر اور محبت بھرا رویہ

ایک مصلح و مربی اور ایک کامیاب معلم کو جتنی اعلی صفات کا حامل ہونا چاہیے، وہ تمام نبی کریم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود تھیں، لوگوں میں گھل مل کر رہتے تھے، الگ کوئی شناخت نہیں رکھتے تھے، نئے آنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تواضع و حلم، بردباری سے پیش آتے، انہی اوصاف کے بدولت مخاطب کے دل میں تعظیم اور تسلیم وانقیاد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

نبوت کے ابتدائی دوَر میں نبی کریم ﷺ کو جن مصائب سے گزرنا پڑا وہ کسی سے مخفی نہیں، تکلیف وایذاء رسانی کی تمام ممکنہ شکلیں آزمائی گئیں، قتل کرنے تک منصوبے بنائے گئے، لیکن آپ ﷺ نے صبر و تحمل سے کام لیا، بد دعا تک نہ کی بلکہ ان کی ہدایت کے لئے یہ دعا مانگتے رہے: لَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ، وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ، وَأُخِفْتُ فِي اللهِ، وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ۔[14]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کی خاطر جتنی تکلیف مجھے پہنچائی گئی کسی اور کو نہیں پہنچائی گئی، اور جتنا بھی اللہ کی وجہ سے ڈرایا گیا اتنا کسی کو نہیں ڈرایا گیا۔ انہیں آلام و مصائب کا سلسلہ تھا جو تھمتا ہی نہ تھا حتی کہ آپ کو وطن چھوڑنا پڑا، اور مکہ سے مدینہ ہجرت فرماگئے۔ دنیا کا قاعدہ وضابطہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنے دشمن پر غلبہ پاتی ہے تو لوٹ مار، قتل وغارت، آبروریزی وعصمت دری، فصل، باغات اور آبادیوں کو اجاڑنے اور دشمن کو نیچا دکھانے، ذلیل کرنے اور پاؤں تلے روندھنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی، یہی وجہ ہے کہ اگر مغلوب قوم نے پہلے ظلم وستم کیا ہو تو پھر کسی کو اعتراض بھی نہیں ہوتا، جبکہ وہ خود بھی سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوتی ہے اور اپنے آپ کو مجرم پیش کرتی ہے۔

رات کتنی ہی اندھیری ہو لیکن صبح صادق نوید سحر دے کر اجالا لایا کرتا ہے، اور ہر سختی کے بعد آسانی آیا کرتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وہ منظر بھی دکھایا جب آپؐ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ مکرمہ فاتحانہ انداز میں داخل ہو رہے تھے اور کچھ لوگ بدلہ لینے کے گن گا رہے تھے جبکہ دوسری طرف ظلم وبربیت کی انتہا کرنے والی قوم دست بستے کھڑی تھی اور اپنے کیے کی سزا پانے کے انتظار میں آخری سانسیں گن رہی تھی، اختیار وفیصلہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے ہاتھ میں تھا اس لیے آپ نے ان سے پوچھا: تمہارا میرے بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: آپ رحم دل حرم والے چچازاد بھائی ہیں، اگر آپ معاف ودر گزر فرمادیں، تو ہماری آپؐ سے یہ توقع ہے اور اگر آپ انتقام وبدلہ لینا چاہیں تو (اس میں آپ حق بجانب ہیں) کیونکہ ہم واقعی ظالم ہیں، اور ہم نے بہت برا سلوک کیا ہے، آپؐ نے فرمایا: میں تو وہی کہوں گا جو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔ جس کا ذکر سورۃ یوسف آیت ۹۲ میں یوں ملتا ہے:

لا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔

''آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ آج تم آزاد ہو۔'' [15]

سیرت اور اسوہ حسنہ عملی زندگی نام ہے۔ عملی تعلیم ہی کی وجہ سے امیر وفقیر، بادشاہ وگدا، آقا و غلام غرضیکہ ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے افراد قومیت وعصبیت کو ترک کرکے شمع رسالت کے گرد پروانہ وار جمع ہوتے گئے۔ اور ایسے اطاعت گزار بنے کہ

مال و دولت، قرابت و رشتے داری حتیٰ کہ اپنی عزیز اولاد و جان تک نچھاور کر گئے مگر اپنے عظیم استاد و مربی کے حکم سے سر مو انحراف نہیں کیا اور نہ ہی ان کو کسی قسم کی گزند پہنچنے دی۔ ان کے ہر قول پر لبیک کہا اور انکے حکم سے انحراف کرنے والے پر بڑے بڑے دشمن کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئے۔ عملی تعلیم سب سے مؤثر و اوقع فی النفس ہوتی ہے، کیونکہ سنا دیکھنے کے برابر نہیں ہو سکتا فطرت سلیمہ عملی تعلیم ہی کا متقاضی ہے۔ لہذا معلم کو چاہیے کہ صورتاً و سیرتاً آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کرے۔

استاذ صرف درس گاہ تک محدود نہیں ہوتا بلکہ اس کا ہر قول و فعل، نشست و برخاست، اس کے انفرادی و اجتماعی معاملات، خلوت و جلوت معاشرے میں پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ معاشرے اور سوسائٹی میں اس کی خوشبو پھیلتی ہے۔ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ جب ایک با عمل و با کردار اور عالی اوصاف کا حامل معلم و مربی کسی علاقے میں سکونت اختیار کرتا ہے تو خود بخود وہاں کے لوگوں کی ذہنی و اخلاقی سطح بھی اونچی ہو جاتی ہے۔ اور اس کے عمل و کردار کا اثر وہاں کے باسیوں پر واضح نظر آتا ہے۔ جب کہ آج جدید سکالرز اور محققین حضرات لمبے چوڑے دعوؤں، طویل نشست و برخاست کی محفلوں میں دیر تک محو گفتگو اور بحث مباحثہ میں مگن رہتے ہیں عجیب و غریب فلسفے، افکارات اور آئیڈیاز پیش کرتے ہیں لیکن قول و عمل میں عدم مطابقت کی بنا پر معاشرے اور ملک و قوم میں اس کا عملی نتیجہ صفر نظر آتا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

أَتَأْمُرُونَ النَاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنفُسَكُمْ۔۔۔(الایۃ)

"کیا تم (دوسر) لوگوں کو تو نیکی کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔"[16]

معلم کو چاہیے کہ اس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہو ورنہ اس کی تعلیم بے اثر و بے جان ہو جائے گی، معاشرے میں تردد و تشویش کا باعث بنے گی۔ لہذا سب سے پہلے اپنی ذات سے ابتداء کرے اور عملی نمونہ بن کر معاشرے میں ایک ذمہ دار فرد کا کردار ادا کرے۔ سیرت بھی یہی تعلیم دیتی ہے چنانچہ جب حضرت محمد ﷺ نے عمان کے حاکم کی طرف حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام دینے بھیجا تو حاکم کے استفسار پر حضرت عمرو بن عاص ؓ نے فرمایا:

لقد دلّني على هذا النبيّ الأميّ، إنه لا يأمر بخير إلا كان أول آخذ به، ولا ينهى عن شرّ إلا كان أول تارك له، وأنه يغلب فلا يبطر، ويغلب فلا يهجر، وأنه يفي بالعهد، وينجز الوعد، وأشهد أنه نبيّ۔[17]

"یہ باتیں مجھے اس نبی امی نے بتائی ہیں جن کا اپنا یہ معمول ہے کہ وہ کسی خیر کے کام کا جب بھی حکم دیتے تو پہلے خود عمل کرتے، اور جس کام سے منع فرماتے تو خود اسے چھوڑنے والے ہوتے ہیں۔ جب دشمن پر فتح پاتے ہیں تو غرور کو مظاہرہ نہیں کرتے اور اگر مغلوب ہوتے ہیں تو دشمن کو برا بھلا نہیں کہتے۔ وہ کیے ہوئے وعدے پورے کرتے ہیں اور عہد نبھاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نبی ہیں۔"

اور جب نماز کا حکم ہوا تو آپ ﷺ نے عملاً صحابہ کے سامنے نماز ادا کی اور فرمایا کہ صلوا کما رایتمونی اصلی۔[18] اور وضو کا طریقہ خود کر کے بتلایا جیسا کہ سنن ابوداؤد، سنن نسائی، اور ابن ماجہ میں تفصیل کے ساتھ روایات موجود ہیں۔ نماز اتنی طویل اور

خشوع و خضوع کے ساتھ ادا فرماتے ہیں کہ پاؤں پر ورم آجاتا حالانکہ آپ ﷺ بخشے بخشائے اور معصوم تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے پہلے ہر اس عمل کو اونچے درجے اور اعلی معیار پر کر کے دکھلایا اور اس طرح امت کو عملی تعلیم کے ذریعے عدل و انصاف، مساوات اور قانون کی پاسداری کا عملا درس دیا۔

سیرت بتاتی ہے کہ معلم صرف تنخواہ دار ملازم نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک مصلح، مربی اور ملک وملت کا فکری، نظری اور عملی قبلہ درست کرنے والا ہوتا ہے۔ اگر معلم واستاذ سیرت کی روشنی میں خود بدلنے کا تہیہ کرلے اور چھوٹے دائرے میں رہ کر بھرپور عمل کا مظاہرہ کرے تو یہی لوگ عملی تربیت پا کر جب بڑے اداروں میں جائیں گے تو بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے، کامیاب معلم وہی ہوتا ہے جو معاشرتی آداب اور چھوٹے چھوٹے اصولوں کا بھی خیال رکھے کیونکہ چھوٹی باتیں ہی بڑے امور کی انجام دہی کے لئے پیش خیمہ بنتی ہیں۔ معلم صرف نفس مضمون پڑھا رہا نہیں ہوتا بلکہ اس کے جذبات وخیالات اور ذاتی زندگی طلباء پر اثرانداز ہوتی ہے۔ وہ ایک نمونہ ہوتا ہے اس کی اچھی یا بری زندگی کی عکاسی معاشرے میں نظر آتی ہے۔ تعلیم جب صرف الفاظ اور فلسفیانہ تقریروں تک محدود ہو اور اسے کوئی عملی جامہ نہ پہنایا گیا تو وہ ایک فرد کی زندگی پر اثرانداز نہیں ہوتی چہ جائیکہ اس سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آئے۔

ایک معلم واستاذ خواہ کتنی ہی جدوجہد کرے اور اصلاح معاشرہ کے بلند بانگ دعوی کرے لیکن قول وفعل میں تضاد ہو اور جس چیز کی دعوت دے رہا ہو اس پر خود عمل پیرا نہ ہو تو اس سے ماتحتوں میں منافقت ہی بڑھے گی۔ آج اس قول وفعل میں تضاد اور عملی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے تعلیمی ادارے بانجھ ہیں وہ باکردار وایماندار اور صالح افراد کے بجائے نام نہاد تعلیم یافتہ، غیر مہذب، انتہاپسند، یہاں تک کہ ملک وملت سے غداری کے مرتکب اور کرپشن کے دلدادے پیدا کر رہے ہیں، جو مسلح دہشت گردی سے بڑھ کر امن وسلامتی، اتحاد ویگانگت، تہذیب وثقافت، قومی وملی اقدار کے تحفظ اور نظریاتی وجغرافیائی سرحدوں کیلئے ناسور ہیں۔

اس وقت ہمیں گوں ناگوں مسائل کا سامنا ہے، ہمارا معاشرہ سوسائٹی، عمومی ماحول اور فضاء، حکومتی ادارے، انتظامی ادارے، ان کی کارکردگی اور نتائج، بین الاقوامی تشخص خاص کر نظریاتی اور مسلم تشخص گراوٹ کا شکار ہے۔ اگر تحقیقی جائزہ لے کر ان سب کی کڑیاں ملائی جائیں تو معلمین کا کردار واضح نظر آتا ہے، چاہے معلمین ومعلمات پرائمری اسکولوں کے ہوں یا مڈل وہائی اسکولوں کے، کالجوں کے ہوں یا یونیورسٹیوں کے، گرلز اسکولوں کے ہوں یا بوائز اسکولوں کے، نجی ادارے کے ہوں یا حکومتی ان تمام کا اس میں بنیادی کردار ہے۔ جس کو کسی بھی صورت نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ معلم ایک ذمہ دار فرد اور قوموں کی فکر وسوچ کو بدلنے والا ہوتا ہے۔ اگر معلمین ومعلمات کماحقہ فرائض کی ادائیگی کا احساس کریں تو ان کے پاس پڑھے ہوئے لوگ بھی بڑے اداروں و ماحول معاشرے وسوسائٹی میں جا کر عمدہ اخلاق و بہترین عمل کا ثبوت دیں گے۔ اور اس طرح گھمبیر مسائل پر قابو پا کر چند سالوں میں ہی بڑے اہداف حاصل کرلیں گے اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گذار کر ایک صالح، پرامن، بااخلاق، باکردار اور دیانتدار معاشرہ وجود میں لاسکیں گے۔ بقولِ شاعر:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر   ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

اصول و آداب

اس وقت ہماری تعلیم و تربیت میں جو خامیاں ہیں جن کی بنیاد پر ہمارے معاشرے و ماحول میں بھی فساد برپا ہے ان کو سیرت کی روشنی میں دور کرنے کی ضرورت ہے۔ سیرت کی روشنی میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی بھی کام کے لئے بھرپور تیاری اور ہوم ورک ضروری ہوتا ہے۔ استاذ کے لئے لازم ہے کہ انھوں نے تعلیمی نصاب کا پورا جائزہ لیا ہو اور اس کے لئے معاون و ممد ذرائع و لوازمات سے بھرپور استفادہ کرنے کی صلاحیت اس میں موجود ہو۔ حال کے تقاضوں کو بحسن خوبی انجام دیتے ہوئے مستقبل میں پیش آمدہ مسائل ان کی نظروں سے اوجھل نہ ہو اور مستقبل کی پیش بندی پہلے ہی سے کر رکھی ہو۔ حدیث مبارکہ میں بھی نبی کریم ﷺ کی اس صفت کو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما نے اس طرح بیان فرمایا ہے ہر مسئلہ کا حل اور اس کے پیش آنے سے پہلے ہی اس کے مناسب تیاری ہوا کرتی تھی، اور حل موجود ہوتا تھا۔

وقت کی پابندی

ہمارے ملک کا بلکہ مسلم معاشرے کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے کہ ہم وقت کی پابندی نہیں کرتے ہم کوئی کام بر وقت نہیں کر سکتے۔ اور اس میں ظاہر ہے کہ تعلیمی اداروں کے لوگ آئیڈیل ہوتے ہیں یہ ایک بڑی خامی ہے جس میں ہمارا معاشرہ گھرا ہوا ہے جب کہ بہت سارے گرے ہوئے معاشروں نے وقت کی پابندی کو اپنایا اور اس سے وہ آگے بڑھ گئے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مقررہ و مخصوص اوقات بلکہ پوری سیرت ہمیں وقت کی پابندی کا درس دیتی ہے۔ وقت کا ہر لمحہ انتہائی قیمتی ہے اور گزرے ہوئے پل دوبارہ نہیں لوٹائے جا سکتے اور ذرا سی غفلت و کوتاہی اور تاخیر وقت کی بنا پر ہونے والا بڑا نقصان کا ازالہ کبھی نہیں کیا جا سکتا۔ عدالتی معافی نامہ میں ایک منٹ کی تاخیر، گواہ کا وقت پر نہ پہنچنا، امداد کا وقت پر نہ آنا کسی کی زندگی کا دیا گل کر دیتا ہے۔ اس وقت حکومتی، انتظامی اداروں، ہسپتالوں، پولیس و فوج، بینکوں، دفاتروں، کمپنیوں اور کارخانوں، عدالتوں اور کچہریوں میں، بر وقت کام نہ کرنے اور حاضری پوری نہ ہونے کی جتنی شکایات ہیں ان کا سبب انہی تعلیمی اداروں سے نکل کر آئے ہوئے لوگ ہی ہیں۔ انھوں نے یہ بے وقتی اور بد انتظامی چھوٹے پیمانے پر اپنے تعلیمی اداروں میں دیکھی اور اساتذہ سے ان میں منتقل ہوئی ہیں جب وقت کی پابندی ہوگی تو اس طرح کی پریشانیوں اور شکایتوں کا موقع ہی نہیں رہے گا۔

معلمین بر وقت حاضری کا خود بھی اہتمام کریں اور اپنے بچوں کے لئے اپنا مضمون اتنا دلچسپ بنائیں کہ وہ غیر حاضری کا تصور ہی نہ کر سکیں جو معلم غیر ذمے دارانہ رویہ اپنا کر روایتی انداز سے درس دیتا ہے اور اپنے مضمون کو مؤثر اور دلچسپ بنانے کی کوشش نہیں کرتا تو پڑھنے والے بچے بھی مختلف معمولی بہانے بنا کر غیر حاضری کرتے ہیں اور معلم کی لاپرواہی کی بنا پر زیر تربیت افراد کی تعلیم ناقص رہ جاتی ہے۔

تعلیم وتربیت سے جنون ہو

معلمین ومعلمات کا علم کے ساتھ ذاتی تعلق ہو اور زیر تربیت افراد میں اعلی اوصاف منتقل کرنے کا جذبہ ہو۔ استاد کو چاہئے کہ پیشہ تعلیم کو صرف ذریعہ معاش نہ سمجھے بلکہ اس کے ساتھ اس کا دلی تعلق، شوق اور لگاؤ ہو اور اپنے آپ کو ایک معمار قوم قائد اور نگران و رہبر تصور کرے اور یہی سوچ اپنے طلباء میں بھی منتقل کرے۔ ورنہ جس معاشرے میں تعلیم کا مقصد صرف نوکری کا حصول ہو تو اس معاشرے میں نوکر ہی پیدا ہوتے ہیں رہنما نہیں۔ جب ایک فن سے یا علم سے ذاتی دلچسپی پیدا ہو تو اس کی بدولت نئی نئی چیزیں اور عجائبات وجود میں آتے ہیں نئی نئی راہیں کھلتی ہیں بہترین آئیڈیاز جنم لیتے ہیں اور ترقی کے راز افشا ہوتے ہیں اور ایک باشعور قوم تشکیل پاتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے دنیا نے ہمیشہ ان ہستیوں کو یاد رکھا ہے اور ابدی زندگی بخشی ہے جنہوں نے علم کی بقا کی خاطر اپنی عارضی زندگی فنا کر دی اور انمٹ نقوش چھوڑے۔ اور جنہوں نے علم و معرفت کا دیا جلائے رکھنے میں اپنا حصہ نہیں ڈالا، اس کو بجھنے دیا، وقت کی قدر نہیں کی، تن آسانی اور سہولت پسندی کا شکار ہو کر عیش پرستی میں پڑ گئے، تو وقت نے بھی ان کو قابل قدر نہیں سمجھا ان کو یاد نہیں رکھا۔ اور ان کو دنیائے جہالت کی تاریک موجوں کے حوالے کر کے ایسے قافلے کا ہم سفر بنایا جس کی منزل متعین نہ ہو تا کہ گمنامی کی موت مر کر نہ ان کا نام رہے نہ نشان۔

جس دور میں مسلمانوں نے علم کو اوڑھنا بچھونا بنایا تھا اقوام عالم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ کوفہ بصرہ، بغداد، دمشق، سمرقند، بخارا، اندلس کے علاوہ مختلف بلاد میں مسلمان ہی حکمت و معرفت کی شمعیں روشن کیے ہوئے تھے۔ علم کے متلاشی صحرا نوردی و بادپیمائی کر کے انہی کے پاس پہنچ کر زانوئے تلمذ تہ کرتے تھے۔ علوم وفنون کے ساتھ ساتھ زمام اقتدار بھی انہی کے ہاتھوں میں تھی اور پوری دھرتی پر حکم رانی کرتے تھے۔ دورِ حاضر میں جدید علوم وفنون، سائنس وٹیکنالوجی نے جتنی ترقی کی ساخت ودریافت کی نئی نئی شکلیں وجود میں آئیں، حیرت انگیز ایجادات ہوئیں، ان سب کی بنیاد میں مسلمانوں کا خون پسینہ شامل ہے۔ سائنس ہو یا فلسفہ، ریاضی، ہیئت، فلکیات ہو یا تاریخ، جغرافیہ اور عمرانیات ہوں ان سب کے بانی وموجد اور اصول وضع کرنے والے مسلمان ہی ہیں۔ لیکن جب مسلمانوں نے علم سے اپنا رشتہ ناطہ توڑا تو قیادت وسیادت نے بھی ان کے ساتھ رہنا پسند نہیں کیا اور ان کی بے وفائی کا رونا روتے ہوئے ان کو الوداع کہا۔ پھر ان کا جو حشر ہوا یا آج کل ہو رہا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

آج مسلم معاشرہ بالخصوص وطن عزیز پاکستان مسائل کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر ہماری ساکھ گر چکی ہے ہماری جتنے بھی ادارے ہیں کسی بڑی فہرست میں ان کا نام نہیں، ہمیں ٹھنڈے دماغ سے سوچنا ہو گا اور کھلے دل سے اعتراف کرنا ہو گا کہ ہم کوئی ایسے ڈاکٹرز، انجینئر، سائنس دان، سیاست دان وکلاء اور دوسرے ماہرین ورجال کار مہیا نہیں کر سکے جو قومی و بین الاقوامی سطح پر قابل فخر ہوں جو مسلم امہ کا کھویا ہوا وقار بحال کر کے عہد رفتہ کی یاد تازہ کر دیں اور پیارے ملک پاکستان کا نام روشن کر کے ہمارے لئے باعث فخر وسرخروئی بنیں۔ جب کہ ہمارے تعلیمی اداروں بلکہ آکسفورڈ کے گریجویٹ لوٹ مار، قتل وغارت گری، کرپشن، ملک سے

غداری جیسے گھناؤنے جرائم میں پڑ کر/ملوث ہو کر/ گرفتار ہو کر کال کوٹھڑیوں اور جیل کے سلاخوں کے پیچھے نظر آتے ہیں۔ ان اداروں سے منشیات، اسلحہ، ملک دشمن لٹریچر، حتیٰ کہ وطن عزیز کو فساد و بدامنی کی آگ میں جھونکنے والے منصوبہ ساز یومیہ برآمد ہوتے ہیں جو پاکستان کے لئے خصوصاً ہمارے لئے باعث ننگ و عار اور لمحہ فکریہ ہیں۔

یہ سب معلمین کا اپنے آپ کو ملازم سمجھ کر علم، تحقیق و جستجو سے دوری، طلبہ کی تربیت اور ان کو صحیح رخ پر ڈالنے سے پہلو تہی کی وجہ سے ہے۔ معلم معاشرے کا عام فرد نہیں ہوتا بلکہ قوم کو مثبت سوچ، صحیح انداز فکر اور ترقی کا شعور دینے والا ایک ذمہ دار شخص ہوا کرتا ہے ہمیں اپنا انداز فکر بدلنا ہوگا انفرادی سوچ کو اجتماعی بنانا ہوگا۔ سیرت علم و جستجو کے ساتھ اس شوق و لگن کی تعلیم دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ ان لوگوں پر بہت خفگی کا اظہار فرمایا ہے جو تعلیم و تربیت کے حوالے سے غفلت و لاپرواہی کے مرتکب تھے تعلیم کی روشنی پھیلانے اور جہالت کے اندھیرے مٹانے کی اتنی ترغیب دی ہے اور توجہ دلائی کہ انہوں نے بھی اس تعلیم و تبلیغ کو زندگی کا مقصد اور نصب العین قرار دیا۔ حضرت عبدالرحمن بن ابزیؓ کی طویل روایت ہے فرماتے ہیں:

خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - ذَاتَ يَوْمٍ ثُمَّ قَالَ: مَا بَالُ أَقْوَامٍ لَا يُفَقِّهُونَ جِيرَانَهُمْ، وَلَا يُعَلِّمُونَهُمْ، وَلَا يَعِظُونَهُمْ، وَلَا يَأْمُرُونَهُمْ، وَلَا يَنْهَوْنَهُمْ.

"نبی کریم ﷺ نے ایک دن خطبہ دیا اور حمد و ثنا کے بعد پھر ارشاد فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اپنے پڑوسیوں کو دین کی سمجھ بوجھ نہیں سکھاتے اور تعلیم نہیں دیتے، ان کو نیکی کا حکم نہیں دیتے اور برائی سے منع نہیں کرتے۔"[19]

یہی وجہ ہے کہ قلیل عرصہ میں اتنی بڑی تبدیلی آئی ایسا معاشرہ وجود میں آیا کہ رہتی دنیا تک کے لئے مثال و نمونہ ہے۔ اگر معلمین اسی شوق و جذبہ کا ثبوت دیں، تحقیق و جستجو کو اپنا مقصد حیات بنائیں اپنے طلبہ اور سوسائٹی کے تمام افراد کو بھی تعلیم و تربیت کے زیور سے آراستہ کرنے کی نیت کریں، تو وہ دن دور نہیں کہ ایک سنجیدہ، سلجھا ہوا، صالح و باکردار معاشرہ وجود میں آئے گا، جو جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکل کر روشنی و ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔

اعتدال اور میانہ روی

سیرت ہمیں دینی و دنیوی ہر معاملہ میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور معتدل رہنے کا سبق دیتی ہے، ہمارا با اختیار تعلیم یافتہ طبقہ انتہا پسندی کا سارا الزام مذہبی لوگوں پر لگاتا ہے لیکن خود انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایک انچ بھی سرکنے کیلئے تیار نہیں۔ اپنی کہی ہوئی بات پتھر کی لکیر سمجھتے ہیں جب کہ دوسرے کی بات قابل التفات نہیں گردانتے اور الٹا رجعت پسندی اور عدم برداشت کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں۔ سیرت میں اعتدال نمایاں نظر آتا ہے آپؐ نے ہر ایک کو اس کا جائز حق دیا۔ ہر ایک کا خیال رکھا تب ہی تو ہر رنگ نسل، قوم و زبان اور پیشہ و حرفت کے لوگ ان کے ہاں نظر آتے ہیں۔ اساتذہ کا آپس میں لڑائی جھگڑہ، بغض و کینہ، ایک دوسرے کی ترقی پر حسد، طلبہ انجمنوں/تنظیموں کو دوسرے اساتذہ کے خلاف ابھارنا، تنخواہ نہ ملنے پر ہڑتال کرنا، یہ وہ منفی عادتیں ہیں جن کو ہم

نونہالان قوم اور معماران مستقبل کو منتقل کر رہے ہیں۔ جن کا ہم یومیہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔ کئی نامور اداروں کے طلبہ اپنے ساتھیوں بلکہ اساتذہ حضرات کے قتل میں ملوث ہیں اس انتہائی اقدام پر یہ کیوں اتر آئیں ؟ اور یہ انتہا پسندی نظر آتی ہے۔ حکومتی ادارے ہوں یا نجی ادارے، سماجی فالح و بہبود کے ادارے ہوں یا حقوق کے نام پر ملک کو بے راہ روی کی طرف لے جانے والے این جی اوز، ملٹی میڈیا ہوں یا سوشل اور پرنٹ میڈیا یا ان سب میں انتہا پسندی اور عدم برداشت ناقابل یقین حد تک عروج پر ہیں یہاں تک کہ بعض تعلیم یافتہ اور مہذب کہلانے والے سیاست دان مخصوص اور ذاتی فائدے کی خاطر اپنے مخالفین کے قتل کے مرتکب ہوتے ہیں۔

مراجع و مصادر

---

[1]- القرآن: سورہ آل عمران آیت نمبر 164۔ بیان القرآن تھانوی

[2]- القزويني: ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 229، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقي، دار احياء كتب العربيہ بيروت

[3]- بزار: ابو بکر المعروف بالبزار، مسند بزار، حدیث نمبر 8949، تحقیق محفوظ الرحمن، مکتبہ علوم والحکم مدینہ منورہ

[4]- القرآن: سورہ مجادلہ آیت نمبر 11، ترجمہ شاہ عبد القادر

[5]- امام ترمذی، سنن ترمذی، للامام ابی عیسی الترمذی، حدیث نمبر 171، ناشر مصطفى البابي الحلبي، مصر، ط1975/2

[6]- القزويني: ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 229، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقي، دار احياء كتب العربيہ بيروت

[7]- القرآن، سورۃ آل عمران آیت نمبر 159

[8]- امام مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم حدیث نمبر (537)، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء التراث بیروت

[9]- نووی، امام یحیی نووی، شرح صحیح مسلم 20/5، دار إحياء التراث العربي، بیروت۔ ط1392/2م

[10]- امام مسلم، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم حدیث نمبر (1478)، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی، دار احیاء التراث بیروت

[11]- ترمذی، امام ترمذی ابو عیسی، شمائل محمدیہ، رقم حدیث 337، تحقیق: سید عباس، مکتبہ تجاریہ مکہ مکرمہ، ط1413/1ھ

[12]- امام بخاری: صحیح بخاری شریف، للامام محمد بن اسماعیل بخاری۔ حدیث نمبر 3038، دار طوق نجات بیروت۔ ط1422/1ھ

[13]- ابن سعد، طبقات ابن سعد 25/8، تحقیق: إحسان عباس، ناشر دار صادر بیروت، ط1968/1م

[14]- احمد، مسند احمد، رقم حدیث نمبر 12212، تحقیق: شعیب ارناؤط، ناشر مؤسسہ رسالہ بیروت، ط1421/1ھ

[15]- ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد 359/3، ناشر مؤسسہ رسالہ بیروت، ط1415ھ

[16]- القرآن: سورۃ بقرہ آیت نمبر 44

[17]- ابن حجر العسقلانی، اصابہ فی تمییز الصحابہ 637/1، تحقیق: عادل أحمد، دار الکتب العلمیۃ بیروت، ط1415/1ھ

[18]-امام بخاری: صحیح بخاری شریف، للامام محمد بن اسماعیل بخاری۔ حدیث نمبر 631، دار طوق نجات بیروت۔ ط1422/1ھ

[19]- الھیثمی، نور الدين الهيثمي، مجمع الزوائد، تحقیق: حسام الدين القدسي، مكتبة القدسي، القاهرة، 1414ھ